محمد جعفر شاہ پھلواروی

عجیب زاویۂ نگاہ

قرآنی افکار کے مبلّغین آیات و الفاظِ قرآنی کے جو نئے نئے معانی آج کل نکال رہے ہیں ان کے افادی پہلو سے تو ہم انکار نہیں کرتے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ معانی اکثر ایسے ہیں جو اگلے مفسّرین اور اہلِ لغت کی کتابوں میں نہیں نظر آتے۔ مثلاً "ویدارؤن بالحسنۃ السیئۃ" کے معنی وہ یہ بتاتے ہیں کہ "وہ لوگ تخریبی کارروائیوں کا علاج تعمیری کاموں سے کرتے ہیں"۔ یا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ "اللہ و رسولہ" سے مراد مرکزِ ملّت ہے۔ وغیرہ۔ ہم خود قرآن کریم کی کسی تفسیر کو ازلی، ابدی اور آخری نہیں تسلیم کرتے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن ایک ایسا شجرۂ طیّبہ ہے جو ہمیشہ اپنے نئے نئے پھل پیدا کرتا رہے گا[1]۔ ایک دَور کی تفسیر کے بعد دوسرے دَور کی تفسیر نئی اور گزشتہ سے آگے ہوتی رہے گی اور بقول اقبال ؒ

صد جہانِ تازہ در آیات اوست　　　عصرہا پیچیدہ در آنات اوست
چوں کہن گردد جہانِ در برش　　　می دہد قرآں جہانے دیگرش

لیکن یہ حقیقت تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آج ہمیں بھی جدید سے جدید تفاسیری نکات پیدا کرنے کا حق ہے تو ان صوفیۂ کرام کو کیوں مطعون کیا جائے جنہوں نے آیات و الفاظ کی باطنی تفسیریں فرمائی ہیں، درآں حالیکہ ان صوفیہ میں چند در چند خصوصیات ایسی ہیں جو موجودہ دَور کے مفسّرین کے اندر تو نہیں پائی جاتیں، یعنی اوّلاً تو ایک حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے کہ قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی :

ما من آیۃ الا ظھر منھا و مابطن۔　ہر آیت کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے اور ایک باطنی۔

نیز ان اسلاف کا علم و فضل، اخلاقی و روحانی درجہ، زہد و تقویٰ، اور کیرکٹر بہت زیادہ بلند تھا۔ مزید برآں ان کے ہاں ماضی سے وابستگی قائم ہے اور ان کے نظریات میں تاریخی اور زمانی خلا نہیں۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے ہم ان صوفیائے کرام کی باطنی تفسیروں کو سرتاسر نظر انداز کرنے کی بمشکل ہی جرأت کر سکتے ہیں۔ اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ان کی تفسیروں میں روحانی اقدار کا افادی پہلو اس سے کم نہیں جو ہم اپنے جدید مفسّرین کی تفسیروں سے پیش کر سکتے ہیں۔

---

[1] تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔

اب ذرا دوسری طرف ملاحظہ فرمائیے۔ ایک گروہ وہ ہے جو اسلامی روایات میں ایک تسلسل کا قائل ہے اور شروع سے آج تک کے تمام مواد کو اپنا علمی و دینی سرمایہ تصور کرتا ہے۔ اگر کوئی ان کو کام میں نہ لائے تو اسے منکرِ اسلاف کا خطاب دیتا ہے۔ محدثین، مجتہدین اور فقہاء کو حجت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دوسری راہ اختیار کرے تو اس سے خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن دیکھنا صرف یہ ہے کہ کیا یہ گروہ خود بھی سلف صالحین کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح ماننے کا مطالبہ وہ دوسروں سے کرتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ اگر آج کوئی شخص ایسا نکتہ بیان کرے، جو اس طبقے کے لئے قابلِ غور ہو تو ترکِ اسلاف کا طعنہ دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد ہوگا کہ "دیکھو اس معاملے میں امام شوکانی، امام ابن قیم، امام شعرانی، علامہ عبدالغنی نابلسی، علامہ عبدالحق محدث، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور فلاں فلاں ائمہ و مجتہدین تو یہ فرماتے ہیں۔ تم نے ان سے الگ راہ کیوں اختیار کی؟"—

اس طبقے کا مدار و محور اسی قسم کے ائمہ و مجتہدین ہیں۔ اسلام کو ایک نظامِ حیات یا نظامِ معاشرہ کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے یہ طبقہ ان ہی بزرگوں کو سامنے لاتا ہے۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ یہ صرف وہیں ان کو حجت بنا کر پیش کرتا ہے جہاں اپنا مطلب نکلتا ہو اور دوسروں کی تردید مقصود ہو۔ ورنہ ان بزرگوں کے بے شمار گوشے ایسے ہیں جن سے یہ طبقہ نہ فقط پہلوتہی کرتا ہے بلکہ ان کا شدید منکر ہے۔ اگر کوئی فقہی مسئلہ درپیش ہو تو امام شافعی کو حجت بنا کر پیش کر دے گا لیکن اس کی زبان یا قلم سے کبھی امام موصوف کا یہ عمل نہیں ظاہر ہوگا کہ آپ نے امام اعظمؒ کے مزار پر چلہ بھی کیا تھا اور صاحبِ مزار کا اتنا ادب ملحوظ رکھا تھا جتنا زندوں کا ادب کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ رفع یدین اور قنوتِ صبح کو اپنا صحیح مسلک سمجھنے کے باوجود ترک کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ "تأدّباً مع صاحب القبر" (یعنے صاحب قبر امام اعظم کے ادب و احترام کی وجہ سے)

ہم یہاں صرف چند نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے آپ کو یہ اندازہ ہو سکے گا کہ ان ائمہ و مجتہدین نے "پورے اسلام" کو جس طرح پیش کیا ہے اس کے صرف ایک ہی حصے کو یہ طبقہ لے لیتا ہے اور باقی کو نہ فقط ترک کر دیتا ہے بلکہ اپنے اسلامی تصور کی ضد سمجھتا ہے۔ یہاں سوال صرف اسی قدر ہے کہ تم جن لوگوں کو بطورِ حجت پیش کرتے ہو ان کے پیش کردہ دین و شریعت کے صرف ایک ہی حصے کو (جو تمہارے مطلب کا ہوتا ہے) کیوں لیتے ہو اور دوسرے حصے کو کیوں چھوڑ دیتے ہو؟ اور اگر تم ایسا کرتے ہو تو دوسروں کو اس کا حق کیوں نہیں دیتے کہ وہ بھی صرف اپنے مطلب کا حصہ لے لیں اور باقی کو ترک کر دیں یا حجت نہ مانیں خواہ وہ فقہی حصہ ہو یا تصوفی و روحانی پہلو ہو؟

اچھا آئیے، چند عجیب و غریب امثلہ ملاحظہ فرمائیے:

خلفائے راشدین قطب الارشاد تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفہیماتِ الٰہیہ میں لکھتے ہیں:

فوداثۃ الذین اخذوا الحکمۃ والقطبیۃ الباطنیۃ ھم اھل بیتہ وخاصتہ، وورا ثۃ الذین اخذوا الحفظ والتلقین والقطبیۃ الظاھرۃ الارشادیۃ ھم اصحابہ الکبار کالخلفاء

الاربعۃ وسائر العشرۃ۔

پس وہ وارثینِ رسول جو قطبیتِ باطنیہ کے حامل ہوئے وہ حضورؐ کے اہل بیت اور مخصوص لوگ ہیں اور جن وارثوں نے حفظِ تلقین اور ظاہری ارشادی قطبیت سنبھالی وہ حضورؐ کے صحابہ کبار ہیں مثلاً خلفائے اربعہ اور عشرۂ مبشرہ۔

ذرا ان لوگوں سے دریافت کیجئے کہ یہ ظاہری و باطنی قطبیت کی صوفیانہ اصطلاحات اور ان کی حقیقت کو بھی تم اسی طرح مانتے ہو جس طرح شاہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کے معاشری و فقہی مسائل کو مانتے ہو؟ اور کیا اس کی تبلیغ میں بھی تمہیں ویسا ہی شغف ہے جیسا ان کے دوسرے مسائل کی اشاعت میں ہے؟

قادریت کی احاطتِ عامہ ۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات ہی میں لکھتے ہیں:

فالقادریۃ قریبۃ من الاویسیۃ والروحانیۃ وان کان التعلیم من الشیخ الظاھر ولھا قدم فی الارتباط بالشیوخ وتوجہ المشائخ الی الطالب لیست لغیرھا وذلک لان الشیخ عبدالقادر لہ منبعۃ من السریان فی العالم وذلک انہ لما مات صار بھیئۃ الملأ الاعلی وانطبع فیہ الوجود الساری فی العالم کلہ فحصل من ھذا الوجہ روح فی طریقہ۔

قادریت میں اگرچہ تعلیم بظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہے لیکن یہ اویسی روحانیت کا مظہر ہے ــــــ شیخ کی طرف طالب کی نسبتِ رابطہ ہو یا طالب کی طرف شیخ کی توجہ، اس طریقے میں دونوں ہی ایسے انداز سے موجود ہیں جو دوسرے سلسلۂ طریقت میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی کی ذاتِ گرامی اپنے اندر ایک ایسا روحانی سوتا رکھتی ہے جس کے اندر سارے عالم میں پھیل جانے کی صلاحیت موجود ہے کیونکہ وفات پا جانے کے بعد آپؒ نے ملأ اعلیٰ کی سی ہئیت اختیار کر لی اور آپ کے اندر وہ حقیقت منعکس ہو گئی جو سارے عالم میں جاری و ساری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے طریقے میں، خاص روح و زندگی ہے۔

ذرا ان سے پوچھیے کہ کیا تم بھی شیخ طریقت، روحانیت، اویسیت، سلسلۂ طریقت، نسبتِ رابطہ، توجہ بسیط قادری روح وغیرہ کی صوفیانہ اصطلاحات کو اسی طرح اسلام کا ایک حصہ مانتے ہو جس طرح شاہ صاحب مانتے ہیں؟

چلّے گاہوں اور متبرک مقامات کا اثر ۔ امام شعرانی لطائف المنن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ان روحانیۃ الولی اذا دخل مکانا او مشی فی ارض تبقی تلک الروحانیۃ فی ذلک المکان ستۃ اشھر کما یشھدہ ارباب القلوب فکیف بالمکان الذی کان سکن الولی لیلا ونھارا۔

ولی کی روحانیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب وہ کسی جگہ میں داخل ہوتا ہے یا کسی زمین پر چلتا ہے تو اس کی

وہ روحانی اثر اہلِ دل کے مشاہدے کے مطابق چھ ماہ تک باقی رہتا ہے۔ پھر اُس جگہ کو کیا پوچھتے ہو جہاں ولی دن رات رہتا ہو۔

فقہی مسائل میں شعرانی کی "کتاب المیزان" پیش کرنے والوں سے دریافت کیجئے کہ شعرانی کی اس تصریح میں تمہیں بدعت و شرک کی بُو تو نہیں آتی؟ اور کیا تم بھی اس روحانیت اور روحانی اثرات کو جو چلتے گاہوں وغیرہ میں ہوتے ہیں تسلیم کرتے ہو اور ان سے ایسی ہی دلچسپی رکھتے ہو جیسی شعرانی کو ہے؟

یہاں آگے چلنے سے پہلے علامہ علی خواص کا ایک قول بھی سُنتے جائیے:

کل فقیر لا یدرک سعادۃ البقاع ولا شقاوتہا فہو والبہائم سواء

جو فقیر زمین کی جلالی و جمالی کیفیات و اثرات کا درک نہ کرے وہ فقیر کیا ہے بہائم ہے۔

ان لوگوں سے پوچھئے کہ تمہارا شمار کس میں ہے؟

ندائے غائب۔ ترمذی نے اپنی سنن میں تصحیح کے ساتھ ایک روایت لکھی ہے اور حاکم نے اسے علی شرط الشیخین اپنی مستدرک میں بھی درج کیا ہے۔ نسائی اور ابنِ ماجہ نے بھی یہ روایت اپنی اپنی سنن میں نقل کی ہے اور بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ اور کتاب الدعوات میں باسنادِ صحیح یہی روایت نقل کی ہے۔ شفاء السقام میں امام سبکی نے اور حصن حصین میں امام جزری نے بھی اسے نقل کیا ہے کہ:

من کان لہ ضرورۃ فلیتوضأ فیحسن وضوئہ ثم یصلی رکعتین ثم یدعو: اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمدؐ انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم تشفعہ فیؐ۔

جسے کوئی ضرورت پیش آئے وہ عمدگی سے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اس کے بعد یوں دُعا کرے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے رحمت والے نبی محمدؐ کے وسیلے سے۔ اے محمدؐ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس ضرورت کے معاملے میں، تاکہ وہ پوری ہو۔ اے اللہ آپؐ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث صحیح میں توسل و استغاثہ غائب کا جو جواز ہے اس سے اس وقت بحث مقصود نہیں۔ یہ تو حضورؐ کی ذاتِ گرامی ہے جسے ندا دی جا رہی ہے۔ ذرا اور نیچے اُتریئے۔ امام جزری نے حصنِ حصین میں ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اگر سواری کا جانور بھڑک جائے یا کسی میدان میں جہاں بظاہر کوئی انسان نہ ہو کوئی مشکل پیش آئے تو یوں آواز دو کہ:

یا عباد اللّٰہ اعینونی ۔ اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو

یہ روایت موضوع یا ضعیف نہیں بلکہ بقاعدۂ محدثین حسن ہے "عباد اللّٰہ" کی جو تشریح شراحِ حدیث نے فرمائی ہے ذرا اسے بھی سن لیجئے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں :

المراد بھم الملئکۃ والمسلمون من الخیل و رجال الغیب المسمون بالابدال۔

"عباد اللّٰہ" سے مراد فرشتے ہیں اور مسلمان شہسواروں کی جماعت اور وہ غیبی اشخاص جن کو ابدال کہتے ہیں

ذرا امام شوکانی کی بھی تصریح سنتے چلئے۔ فرماتے ہیں کہ :

وفی الحدیث دلیل علیٰ جواز الاستغاثۃ بمن لا یراھم الانسان من عباد اللّٰہ سبحانہ من الملئکۃ وصالحی الجن ولیس فی ذٰلک بأس۔

یہ حدیث دلیل ہے ان بندگانِ خدا سے مدد مانگنے کے جواز کی جو انسان کو نظر نہیں آتے خواہ وہ فرشتے ہوں یا صلحائے جن اور اس (استغاثۂ غائب) میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور سنئے، قاضی بیضاوی، امام رازی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فالمدبرات امرا کی تفسیر میں نفوسِ قدسیہ اور ارواحِ طیبہ کو مدبّرات میں داخل فرمایا ہے۔

کچھ اور بھی سنئے۔ شاہ ولی اللّٰہ اپنی حجۃ اللّٰہ البالغہ میں فرماتے ہیں :

فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مراجعہ فیلحق بالملئکۃ وصار منھم واُلھم کالھامھم ویسعی فیما یسعون وربما یشتغل ھولاء باعلاء کلمۃ اللّٰہ ونصر حزب اللّٰہ۔

جب انسان مر جاتا ہے تو مادّی علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنے اصلی مراکز کی طرف لوٹ جاتا ہے اور فرشتوں سے مل کر انہی جیسا ہو جاتا ہے، اسے فرشتوں ہی کی طرح الہام ہوتا ہے اور انہی جیسی کارگزاریاں کرتا ہے۔ اس قسم کے لوگ اکثر کلمۂ حق کو بلند کرنے اور خدائی جماعت کی امداد کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

آپ نے سن لیا نا؟ مگر ابھی ایک چیز اور بھی سن لیجئے۔ امام ابن قیم اپنی کتاب الروح میں فرماتے ہیں :

ولھا بعد مفارقۃ البدن شأن آخر وقد تواترت الرؤیا من اصناف بنی آدم علی فعل الارواح بعد موتھا مالا تقدر علی مثلہ حال اتصالھا بالابدان من ھزیمۃ الجیوش .... وکم رئی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فی النوم قد ھزمت ارواحھم عسا الکفر والظلم ......

بدن چھوڑنے کے بعد روح کی بات ہی کچھ اور ہو جاتی ہے بلکہ اس کا کام بھی دوسرے انداز کا ہو جاتا ہے۔ مختلف مذاق کے آدمیوں سے یہ مشاہدہ بہ تواتر ثابت ہے کہ مرنے کے بعد روحوں نے وہ کام کئے ہیں جو

قیدِ بدن میں رہنے کی حالت میں کر ہی نہیں سکتی تھیں، مثلاً لشکروں کو پسپا کرنا وغیرہ ...... بارہا حضور اکرمؐ اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ خواب میں دیکھے گئے ہیں جن کی ارواح نے کافروں ظالموں کے لشکروں کو پسپا کر دیا۔

ذرا ان اسلاف کے نام لیواؤں سے دریافت کیجئے کہ تم ہمیشہ دوسروں کے مقابلے میں اپنے انہی اسلاف کی عبارتوں کو پیش کر کر کے ترکِ اسلاف کا طعنہ دیا کرتے ہو۔ سچ بتاؤ اپنے اسلاف کی ان عبارتوں کو بھی تم نے پڑھا ہے؟ اگر پڑھا ہے تو اس پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہو جیسا ان کی دوسری عبارتوں پر ہے؟ اگر ان کو بھی ویسا ہی صحیح تسلیم کرتے ہو تو کبھی اس ندائے غیب و استغاثہ بغیر اللہ کا تجربہ بھی کیا ہے؟ اور کبھی امام جزری کی طرح تم نے بھی کہیں لکھا ہے کہ "قد جرب مرارا" کیا تم بھی "ابدال" کی صوفیانہ اصطلاح کے دل سے قائل ہو؟ اور کیا تم نے بھی نواب صدیق حسن خاںؒ کی طرح اس تجربے کا اقرار کیا ہے؟

تصوّرِ شیخ۔ امام شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں:

وقد اجمع اشیاخ الطریق علی ان من لم یقدر علی ملاحظۃ شیخہ و مراقبتہ حال العمل لا یصح لہ مراقبۃ الحق تبارک وتعالیٰ فی حال طاعتہ ابدا۔

مشائخ طریقت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ اگر طالب نے اپنے عملِ ریاضت کے زمانے میں شیخ کا ملاحظہ اور اس کا مراقبہ نہ کیا تو پھر کسی طاعتِ الٰہی میں بھی اس کو مراقبۂ الٰہی پر قدرت نہ ہو سکے گی۔

ذرا ان اتباعِ اسلاف کا دعوےٰ کرنے والوں سے پوچھئے کہ تم بھی تصوّرِ شیخ کرتے ہو؟ بلکہ اس سے پہلے یہ بتاؤ تمہارا کوئی شیخ طریقت ہے بھی؟

قبر پر چادر چڑھانا۔ امام عبدالغنی نابلسیؒ اپنے رسالہ "کشف النور من اصحاب القبور" میں لکھتے ہیں اور صاحب تفسیر روح البیان جلد اوّل میں اسے یوں نقل کرتے ہیں کہ:

قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصتہ: ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔ انتھی مختصراً

شیخ عبدالغنی نابلسی نے اپنے رسالہ "کشف النور عن اصحاب القبور" میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جو بدعتِ حسنہ مقصودِ شرع کے مطابق ہو اس کا نام بھی سنت ہی ہے۔ لہٰذا علماء، اولیا اور صلحاء کی قبروں پر قبّے تعمیر کرنا اور ان کی قبروں پر چادریں، عمامے یا دوسرے کپڑے رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد لوگوں کی نگاہوں میں ان کی عظمت پیدا کرنا ہو تاکہ وہ قبر والے کی بے حرمتی نہ کریں۔

ذرا ان اسلاف کے نام لیواؤں سے پوچھیے کہ تمہیں قولاً اور عملاً امام نابلسی کی اس تصریح سے کس حد تک اتفاق ہے؟ اور تم ایسا کرنے والوں پر بدعتی و مشرک اور قبر پرست ہونے کا فتوے تو نہیں لگاتے؟

مختلف قسم کی نسبتِ رابطہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "ھمعات" میں آٹھ قسم کی نسبتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ نسبتِ انوارِ طہارت، نسبتِ سکینہ، نسبتِ اویسیہ، نسبتِ یاد داشت، نسبتِ توحید، نسبتِ عشق، نسبتِ وجد اور نسبتِ احسان۔ تفصیلات میں جانا اس وقت مقصود نہیں۔ یہ تمام نسبتیں پیری مریدی کے سلسلہ ہائے طریقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاہ صاحب ان نسبتوں کو قرآن و سنت سے نکالتے ہیں۔

اب آپ ذرا ان لوگوں سے دریافت کیجیے جو شاہ ولی اللہ اور ان کی حجت اللہ البالغہ کو حجت بنا کر پیش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب کی بیان کردہ "نسبتوں" سے بھی تمہیں کوئی نسبت، کوئی لگاؤ اور کوئی دلچسپی رہی ہے؟ اور جس طرح روایات کی تحقیق اور اسرار دین کی تشریح میں شاہ صاحب کی عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہو اسی طرح بیعتِ طریقت اور اس کی نسبتوں کو بھی دلیل کے کسی مرتبے میں رکھتے ہو؟

یہاں پیری مریدی کے متعلق ذرا شیخ ابو علی دقاق کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

وسنة الله جارية على انه لابد من السبب، فكما ان التوالد والتناسل الصوری لا يحصل بغير الوالد والوالدة كذلك التوالد المعنوی حصوله بغير المرشد متعذر۔

سنت الٰہی یوں ہی جاری ہے کہ سبب کا ہونا ضروری ہے۔ پس جس طرح ظاہری و صوری طور پر والدین کے بغیر نسل جاری نہیں ہوتی اسی طرح معنوی نسل کا حصول بغیر مرشد کے سخت دشوار ہے۔

صلوٰۃ غوثیہ یا صلوٰۃ الاسرار۔ ملا علی قاری اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس نماز کو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے روایت فرمایا ہے۔ ذرا اسے غور سے سنئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

سنت مغرب کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ بعد از سلام حمد و ثنا کرے اور گیارہ بار درود شریف پڑھ کر یوں عرض کرے کہ: یا رسول اللہ، یا نبی اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی، یا قاضی الحاجات۔ پھر بغداد شریف کی طرف رُخ کرکے گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر یوں کہے کہ: یا غوث الثقلین یا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات۔ پھر حضور کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرے۔ (بہجۃ الاسرار میں بھی یہ نماز منقول ہے)

شیخ عبد الحق اور ملا علی قاری کو حوالوں میں پیش کرنے والے علمائے کرام سے دریافت فرمائیے کہ آپ نے کتنی بار یہ نماز ادا فرمائی ہے؟ اور یہ گیارہ گیارہ کی قید پڑھ کر آپ نے "گیارھویں شریف" بھی کی ہے؟

یہ چند نمونے ہیں ہم نے خالص صوفیۂ کرام کے حوالے سے کوئی چیز نقل نہیں کی ہے۔ یہ سارے اقوال و بیانات ان ائمہ و مجتہدین کے ہیں جن کو فقہی مسائل میں بطورِ حجت پیش کیا جاتا ہے اور اسلام کی تعبیرات میں انہیں اس طرح سامنے لایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے اختلاف کرے یا کوئی دوسری معقول سے معقول بات پیش کرے تو اسے منکرِ محدثین و مجتہدین اور آزاد و بے دین کا خطاب دے دیا جاتا ہے۔ ہم نے یہاں صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔ ورنہ اس کا ایک دفتر موجود ہے خصوصاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ ابنِ عابدین شامی کے ہاں تو عرس، میلاد، چادرِ قبر اور قبر سے روحانی استفاضہ اور طوافِ قبر تک موجود ہے۔ ضرورت ہوئی تو ہم انشاءاللہ سب کی تفاصیل بھی پیش کریں گے۔ ابھی ہم نے مجدد الف ثانی کی روحانی تعلیمات کا ذکر نہیں کیا ہے جنہیں سلسلۂ طریقت، نسبتِ رابطہ، تصورِ شیخ توجہ اور اس طرح کی بے شمار چیزوں کا مفصل ذکر موجود ہے۔ مکتوبات ملاحظہ فرمائیے۔ ہم نے نواب سید صدیق حسن خانؒ کا بھی یہاں ذکر نہیں کیا ہے جنکے ہاں "ختمِ خواجگان" اور عجیب عجیب عملیات ہیں۔ دیکھئے الدعاء والدواء۔

سوال صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں کو حجت ماننے والے حضرات ان کی صرف انہی باتوں پر ایمان لائے ہیں جو مطلب کے مطابق ہے یا ان کی ساری باتوں پر؟ جواب واضح ہے کہ یہ صرف ایک حصّے کو مانتے ہیں اور جس حصّے کو مانتے ہیں اس کے نہ ماننے والوں کو منکرِ محدثین و مجتہدین کا خطاب دیتے ہیں۔ رہا دوسرا حصّہ (جس کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں) تو اس کے شدید منکر وہ خود ہیں۔

دو سوال۔ یہاں صرف دو سوال ہیں:

ایک یہ کہ کیا آپ ان لوگوں کو جو اس دوسرے روحانی حصّے کو مانتے ہیں یہی حق دینگے کہ آپ کو بھی منکرِ محدثین و مجتہدین کے خطاب سے یاد کریں اس لئے کہ آپ اس حصّے کو نہیں مانتے؟

دوسرے یہ کہ جسطرح آپ ایک حصّے کو قبول اور دوسرے حصّے کو رد فرماتے ہیں اسی طرح آپ دوسروں کو بھی یہ حق دینگے کہ وہ اپنی بصیرت کے مطابق اس حصّے کو صحیح نہ مانیں جسے آپ نے صحیح تسلیم کر لیا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

اگر اسلام پورا نظامِ زندگی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام صرف فقہی مسائل کا مجموعہ نہیں۔ یہ ایک دین اور ایک پورا نظامِ زندگی ہے جس میں اخلاقیات اور روحانیات، تطہیر و تزکیہ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں آپ کو کتاب الطہارت، کتاب الحیض، کتاب القضا وغیرہ تو مل جائے گی لیکن وہاں کتاب التقویٰ، کتاب التزکیہ، کتاب التوکل، کتاب الفقر و الزہد، کتاب الرضا وغیرہ کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔ فقہ کی کتابوں میں صرف ظاہری رسومِ مناسک کی تفصیلات ملیں گی لیکن تزکیہ و روحانیت کی چیزیں ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گی حالانکہ یہی جانِ ایمان ہے۔ پس ان محدثین و مجتہدین کے صرف فقہی مسائل کو لے لینا اور ان ہی کے روحانی مسائل سے قطع نظر کر لینا یا ان کا انکار کر دینا یقیناً آدھا دین ہوگا۔ یہاں ہم اولیاء اللہ کا ذکر نہیں کر رہے۔ ان کی تو دنیا اور ان کے مسائل ہی الگ ہیں۔ ہم تو صرف ان محدثین و

مجتہدین کو پیش کر رہے ہیں جن کو ہر موقعے پر فقہیات میں حجت بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ان ہی کے روحانی مسائل سے قطع نظر کر لیا جاتا ہے۔

شروع میں ہم جس پہلے گروہ کا ذکر کر چکے ہیں (یعنی جو قرآن کے سوا کسی چیز کو حجت نہیں تسلیم کرتا) اس کا راستہ نسبتہً واضح ہے، صاف ہے۔ اس سے آپ یہ تو بحث کر سکتے ہیں کہ تمہارا راستہ غلط ہے۔ تمہیں دوسرے قیمتی دینی و علمی سرمائے کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیئے۔ لیکن جو راستہ اس نے اختیار کیا ہے اس میں منافقانہ انداز نہیں۔ اس طبقے سے تو ہمارا صرف اتنا ہی سوال ہے کہ جس طرح تم الفاظ قرآنی کی جدید تعبیریں کرتے ہو اسی طرح ایک صوفی کیوں نہیں کر سکتا اور اسے تم یہ حق کیوں نہیں دیتے ؟ تم کہتے ہو کہ اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت ہے اور صوفی یہ کہتا ہے کہ "واسبغ علیکم نعمہ ظاهرة وباطنة" میں ظاہری نعمت شریعت ہے اور باطنی نعمت طریقت و عرفان ہے۔ ان دونوں مقامات پر تفسیری حق تو یکساں ہی استعمال ہو رہا ہے۔ پھر یہ حق تنہا تمہارے لئے کیوں مخصوص ہے ؟ ایک عابد، زاہد، بلند کردار، راستباز، عاشقِ رسول، عالم اجل صوفی کو یہی حق کیوں نہیں ؟ خصوصاً جبکہ اس کی تفسیر ناقابلِ انکار اعلیٰ اقدار کی حامل ہو ؟

خیر یہ تو پہلے گروہ کا معاملہ ہے جس پر تفصیلی بحث اس وقت مقصود نہیں لیکن دوسرا گروہ تو عجیب و غریب واقع ہوا ہے جو "افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" کا مصداق ہے۔ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجت اللہ البالغہ کو (بلکہ اس کے بھی صرف ایک فقہی حصّے کو) ہم پر حجت بنا کر ٹھونستا ہے اور ان ہی کی تفہیمات، ہمعات اور فیوض الحرمین کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا ہے۔ مولانا اسماعیل شہید کی "تقویت الایمان" کو سینے سے لگائے پھرتا ہے اور ان کی "صراطِ مستقیم" کے بعض حصوں کو اور اس سے زیادہ عبقات کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

اگر ہم کہیں کہ ...... نابالغی کی شادی کو روک دینا چاہیئے، تعدد ازدواج پر پابندی لگانی چاہیئے، تین یکبارگی طلاقوں کو رجعی قرار دینا چاہیئے، وغیرہ وغیرہ ...... تو اس پر قرآن، حدیث اور فقہ کی سو سو دلیلیں دینے کے باوجود اس حلقے سے یہی نقارہ بجایا جاتا ہے کہ یہ سلف صالحین کی روش کو چھوڑ کر نیا دین نکال رہے ہیں۔ چنانچہ عائلی کمیشن کی رپورٹ پر ایک دیوبندی مولوی صاحب کا تبصرہ ان کے اختلافی نوٹ میں یوں ہے :

> (عائلی کمیشن کی رپورٹ کے دیباچے میں) اسلام کے مسلّمات اور شریعت اسلامیہ کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے ...... ایک غیر ماہر شریعت کے شخصی اور غیر اسلامی افکار و توہمات کو کمیشن کی رپورٹ کا دیباچہ اور بُنیاد قرار دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ (اختلافی نوٹ صفحہ ۱۵۰۵)
>
> کمیشن کے جلسوں میں میرے سوا ہر ممبر نے اپنے آپ کو ماہر شریعت اور مجتہد مطلق کی حیثیت میں پیش کیا۔ (صفحہ ۱۵۰۷)

کمیشن کی وہ سفارشات جو چند ممبران کی یورپ پسندی اور اسلام بیزاری کی آئینہ دار ہیں قرآن و سنّت کو مسخ کرکے فرنگیت پر چسپاں کرنے کی ایک مکروہ کوشش ہے۔ (صفحہ ۱۵۱۰)

دیباچہ نگار ہوا پرستی کو اجتہاد کا نام دینا چاہتے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۱۵)

لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ (دیباچہ نگار) جہلا اور غیر ماہرین شریعت کے اجتہاد کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور مقصد ہے اللہ کے دین کو تبدیل کرنا۔ (صفحہ ۱۵۲۱)

دیباچہ نگار اسلام کو حالات کی سواری بنا دینا چاہتے ہیں جو اسلام دشمنی کی بدترین مثال ہے۔ (صفحہ ۱۵۲۲)

سرسیّد انگریزوں کے تسلّط کے قائم کرنے والے لوگوں میں سے صفِ اوّل کے آدمی ہیں۔ (صفحہ ۱۵۲۳)

دیباچہ نگار کی رائے میں پاکستان اس لئے وجود میں آیا ہے کہ اب کمیشنوں کے ذریعے تبدیل اسلام کی وہ دیرینہ آرزو پوری کرسکیں جو انگریزوں نے پیدا کی تھی۔ (〃)

یہ چند نادر نمونے مشتے از خروارے اور اندکے از بسیارے ہے ورنہ شروع سے آخر تک ہر جگہ اس نادر خطابت آرائی کے نمونے موجود ہیں۔ جا بجا وعظ بھی فرمائے ہیں۔

انتہا یہ ہے کہ کمیشن کی رپورٹ میں ایک جگہ طلاق سہ گانہ کے رجعی ہونے کے ثبوت میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے ساتھ زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، عکرمہؓ، طاؤس، محمد بن اسحاق، خلاس بن عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی اور انکے اکثر متبعین، بعض مالکیہ، بعض حنابلہ اور بعض حنفیہ وغیرہم کا حوالہ دیا گیا تو یہی مولانا (ان تمام اسمائے گرامی کو چھوڑتے ہوئے) صرف ابن تیمیہ اور ابن قیم کے متعلق اپنی غیر مہذب طنز کا نمونہ یوں پیش فرماتے ہیں:

"کمیشن کی رپورٹ مرتب کرنے والے حضرات نے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے بارے میں محققین علماء کا یہ تبصرہ نہیں پڑھا کہ علمهما اکثر من عقلهما ہے۔"

جب ردّ قبر پرستی اور ردّ بدعات کا معاملہ پیش ہو تو یہی حضرات ابن تیمیہ اور ابن قیم کے حوالوں سے مرعوب کردینگے اور جب انہی مجتہدین کی عبارتوں سے اپنی خودساختہ کمزوریوں پر زد آئے تو ان ہی ائمہ کا علم عقل سے زیادہ ثابت کردیا جاتا ہے۔ گویا یہ حلقہ جن بزرگوں کا نام لے کر دوسروں کو مرعوب کرنے کا عادی ہے ان کا کسی چیز میں بھی پابند یا مقلّد نہیں۔ صرف وہیں مقلد ہے جہاں اپنا مطلب نکلے۔

ہمارا راستہ۔ ہمارا راستہ بالکل واضح ہے۔ ہم قرآن کو قرآن کی جگہ رکھتے ہیں، حدیث کو حدیث کی جگہ اور فقہ کو فقہ کے مقام پر۔ ہم نہ حدیث کو ناسخ قرآن تسلیم کرتے ہیں نہ فقہ کو حدیث کی گردن پر سوار کرتے ہیں۔ ائمہ و مجتہدین کی تمام فقہی کوششوں کو اعلیٰ درجے کی سعی مشکور تسلیم کرتے ہیں۔ قائل صرف اس بات کے ہیں کہ یہ فقہیں اپنے اپنے دَور کے لئے ٹھیک ہیں۔ جب دَور بدلتا ہے تو فقہ میں ترمیم ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیئے ورنہ شریعت

ایک جامد سا مذہب بن کر رہ جائے گی حالانکہ اسے قطعاً متحرک ہونا چاہئے جو زمانے کے ارتقاء اور عصری تقاضوں کا ساتھ دے سکے۔ ہمارا طبقۂ علما شرح وقایہ اور فتاویٰ گنگوہی کو بھی قرآن کی طرح غیر متبدل سمجھتا ہے۔ لیکن ہم اسے سعی مشکور تسلیم کرنے کے باوجود اسی خام مواد میں سے عصری تقاضوں کے "تیار مال" برآمد کرنے کے قائل ہیں۔ حجت ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ لیکن قابلِ استفادہ سب ہیں۔ بڑی محنت سے بُنے ہوئے کپڑوں کی کتر بیونت کرنے اور بہت سی کترنیں الگ کرنے کے بعد ہی لباس تیار ہوتا ہے۔ کترنیں چھانٹنے والوں پر یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ وہ کپڑے کو ضائع کرتا ہے۔ اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم کترنیں ضائع کئے بغیر ہی لباس تیار کرو۔ پھر یہ بھی مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم جو شیروانی تیار کر رہے ہو اس میں جیب، کالر، استر سب کچھ ایک ہی قدر و قیمت کا لگاؤ۔ جب شیروانی سلے گی تو اس میں اعلیٰ کپڑے کے جزو کے ساتھ اس سے گھٹیا کپڑے کے بھی اجزا لگائے جائیں گے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن کی قدر و قیمت کو برتر ماننے کے باوجود اپنی نئی فقہ بنانے کے لئے کچھ روایات کا استر بھی لگائیں گے اور کتبِ فقہ کی جیبیں بھی۔ ہمارے نزدیک ہمارے سارے علمی و دینی سرمائے الگ الگ قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ قرآن کے سوا کوئی شے از اوّل تا آخر واجب الاخذ نہیں، لیکن جو چیزیں از الف تا ی واجب الاخذ نہ ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ از ابتدا تا انتہا واجب الترک ہیں۔ ہم پر سلف صالحین کے ترک کا طعنہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے مرتکب دراصل وہی ہیں (جیسا کہ اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا ہوگا) جو ہمیں ترک اسلاف کا طعنہ دیا کرتے ہیں۔

مسئلہ اجتہاد

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت دو روپے آٹھ آنے

ریاض السنہ

مصنفہ سید محمد جعفر شاہ پھلواروی

قیمت آٹھ روپے

ملنے کا پتہ

منیجر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور